اسلامی معیشت اور امداد باہمی کا تصور

Islamic Economy & Concept of Mutual Cooperation

عافیہ مہدی *

ABSTRACT

Islam is the only religion which is complete code of life. The needs of human beings have been felt and addressed properly. In spite of created by only one creator humans are different in their potentials, behavior and attitude.

Owing to this difference, the incomes of people are drastically different from each other. As a result, a few people are rich and well off whereas some are poor- being up to sustenance level. Therefore, people cooperate with each other to eliminate the class differences of social strata. In this perspective, Islam has given an invulnerable perfect socio-economic system. For mutual cooperation, Islam has also addressed the issue and suggested different steps such as madharabah, partnership and tenancy.

Bedsides Islam has also focused on secondary resources of mutual cooperation and support that are typically related to the personal concern. It includes: sacrifice, gift, free lending and Qarz-e-Hasanah etc. It also reflects that the man gives precedence to congregational matters over his individuality which is an ample example of mutual cooperation. In fact, mutual cooperation is one of those key factors on which the edifice of prosperous society is built. All religions and ideologies have focused and emphasized on the mutual cooperation; however, Islam lays extra emphasis to build a strong and thriving human state.

Keywords: Mutual Cooperation, Partnership, Mudarba, Sacrifice, Qarz e Hasna (Interst free loan), Lending, Tenancy

---

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

اسلام سلامتی اور امن وآشتی کا دین ہے اور اس کا ودیعت کردہ تصور فلاح وبہبود صرف نظریہ وعقیدہ تک محدود نہیں بلکہ عمل کے لحاظ سے ایک مکمل اور عالمگیر نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام نے ایک فلاحی اور مثالی اسلامی مملکت میں افراد کی فلاح وبہبود اور سلامتی کو مستحکم بنانے کے لیے امداد باہمی اور تکافل کا تصور دیا ہے۔ امداد باہمی سے مراد معاشرے کے افراد کا ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کے نقطۂ نظر سے معاشرے اوراسلامی ریاست کی ترقی کے لیے باہمی امداد و اخوت اور مساوات کو فروغ دیا گیا ہے تاکہ معاشرے کے اندر سے غربت افلاس اور جرائم کا خاتمہ ہو سکے اور تمام افراد معاشرہ خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔

جس طرح "امداد باہمی" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس کے معنی ایک دوسرے کی مدد، خیر خواہی ہے۔ اہل لغت نے بھی ان الفاظ کو انہی معنوں میں استعمال کیا ہے مثلاً امداد سے مراد، مدد دینا، ہاتھ بٹانا، اعانت کرنا، وظیفہ، عطیہ بخشش ہے اور امداد باہمی سے مراد مشترکہ مفاد کے لیے آپس کی تنظیم، باہمی اشتراک سے سماجی یا معاشی فلاح وبہبود کے کام انجام دینا[۱]۔

عربی زبان میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، معاونت کو التعاون الاجتماعی کہا گیا ہے۔ لغت میں التعاون الاجتماعی کے لیے "تکافل" کے الفاظ استعمال ہوئیں ہیں پس یہ لفظ کفالت سے نکلا ہے جس کے معنی باہم ایک دوسرے کا ضامن بننا یا باہم ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرنا ہے[۲]۔

المنجد میں مذکور ہے: كَفَلَ : كَفْلاً وكَفَالة فُلاناً: نان ونفقہ کا ذمہ دار ہونا۔ تَكَفَّلَ له بِكَذا: ضامن ہونا۔ کہا جاتا ہے تَكَفَّلَ بِالمَالِ یعنی اپنے ذمہ مال کر لیا[۳]۔

امداد باہمی کے پس منظر میں اسلام نے اصول تکافل عام (General Guarantees) کا تصور دیا ہے[۴]۔ جس کے تحت انسانیت کے درمیان تعاون کی فضا کو استوار کیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں تکافل کے مفہوم کی بہت سی صورتیں رائج ہیں، مثلاً مشترکہ خاندانی نظام یعنی ایک ہی خاندان کے افراد اپنے دوسرے رشتہ دار بھائی کے ساتھ تعاون کے اصول کے تحت مدد کرتے ہیں۔

امداد باہمی کے لیے انگریزی زبان میں (Mutual Cooperation) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی باہمی لین دین، باہمی تبادلہ، مشترک، اسی سے Mutually (دوطرفہ طور پر) ہے اور Mutual Fund (مشترکہ سرمایہ) بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بعد میں باہمی تعاون کا ایک نظریہ

متعارف ہوا: Mutualism (نظریہ تعاون) علم عمرانیات کی رو سے یہ نظریہ فرد اور معاشرہ کے باہمی انحصار سے دونوں کو فائدہ دینے پر بحث کرتا ہے[۵]۔

Cooperate، مل جل کر کام کرنا Cooperation، امداد باہمی، تعاون، اتحاد عمل وغیرہ کے معنوں میں بولا جاتا ہے[۶]۔

حدیث شریف میں امداد باہمی منفعت سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے بارے میں ارشاد رسول ﷺ ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ أنفَعُهم لِلنَّاس))[۷]

(لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے جو ان میں عام لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہو)۔

منفعت سے مراد یعنی ہر شعبہ زندگی میں دوسروں کی مدد و تعاون ہے۔ اجتماعی سطح پر انسان اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے معاشرے کے دوسرے افراد کا محتاج ہے لہٰذا امداد باہمی کے بغیر معاشی و معاشرتی استحکام ممکن نہیں اسی لیے اسلام نے تصور امداد باہمی کے ذریعے نا صرف ریاست کے معاشی نظام کو تقویت دی ہے بلکہ افراد میں تعاون کو فروغ دیتے ہوئے اخوت، عزت و احترام اور خوشحال زندگی گزارنے کا اصول بھی وضع کر دیا ہے۔

امداد باہمی کا تصور اور قرآن پاک:

قرآن پاک میں باہمی امداد اور تعاون کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور یہی باہمی امداد ہی تکافل کی بنیاد ہے انفرادی اور اجتماعی سطح پر امداد باہمی کے فروغ کے لیے قرآن پاک میں جو اصول اور قانون بیان ہوا ہے وہ یہ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾[۸]

(اور نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔)

اس آیت مبارکہ میں اخلاقی، معاشرتی اور معاشی پہلوؤں کے لحاظ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

"تقوی" اور "اثم" یعنی پرہیز گاری اور گناہ کا تعلق انسان کی اخلاقی زندگی سے ہے جبکہ "بر" اور "عدوان" کا تعلق زندگی کے اجتماعی اور معاشی پہلو سے ہے۔[۹]

اردو لغت میں تعاون کے لفظ کے معنی امداد باہمی، مدد معاونت اور امداد کے ہیں[۱۰]۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر میں امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی روشنی میں تعاون و تناصر کی صورت کو اس طرح تحریر کیا ہے:

"لأن في التقوى رضا الله، وفي البر رضا الناس. ومن جمع بين رضا الله ورضا الناس فقد تمت سعادته وعمت نعمته" [۱۱]

(تقویٰ میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور نیکی میں عامۃ الناس کی رضا ہے۔ جس نے ان دونوں کو جمع کیا پس اس نے اپنی سعادت اور خوش بختی کو مکمل کر دیا۔)

أحمد بن مصطفى المراغي بر اور تقوی کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"التوسع فى فعل الخير، والتقوى: اتقاء ما يضر صاحبه فى دينه أو دنياه"[۱۲]

(نیکی: خیر کے کاموں کی کثرت اور تقوی: یعنی ہر اُس چیز سے اجتناب کرنا جو دین و دنیا میں ضرر رساں ہو۔)

ساری دنیا کا نظام باہمی تعلق پر قائم ہے لیکن اگر یہ تعاون ظلم اور جرائم کے میدان میں ہونے لگے تو دنیا کا نظام تباہ و برباد ہو جائیگا۔ جس طرح تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انتشار، فتنوں اور ظلم و تشدد سے بچنے کے لئے دنیا نے اپنے تحفظ کے لئے مختلف نظریوں پر خاص خاص جماعتوں یا قوموں کی بنیاد ڈالی۔ کہ ایک جماعت یا ایک قوم کے خلاف جب کوئی دوسری جماعت یا قوم حملہ آور ہو تو یہ سب اُن کے مقابلے میں باہمی تعاون کی قوت کو استعمال کر کے مدافعت کر سکیں[۱۳]۔

قرآن کریم کی متعلقہ آیت کریمہ میں مسلم اور غیر مسلم سے باہمی تعاون و تناصر کا سنہری اصول بھی بتایا گیا ہے۔

"الاثم : ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ وهو الحكم اللاحق عن الجرائم، وعن "العدوان" وهو ظلم الناس "[۱۴]

(گناہ، گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون نہ کرو، یہ حکم جرائم سے متعلق ہے اور "العدوان" انسانوں کے ساتھ ظلم مراد ہے۔)

البتہ اِس تعاون کی کیفیات اور درجات معاشرہ کے مختلف افراد کے لیے مختلف ہیں جس کی وضاحت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابن خویز منداد کا قول نقل کرتے ہوئے بیان فرمائی ہے:

"والتعاونُ على البر والتقوىٰ يكون بوجوه فواجب على العالم أن يعين الناس بعلمه فيُعَلِمُهّم، ويُعِيْنُهم الغنى بماله، والشجاع بشجاعته فى سبيل اللّٰه، وأن يكون المسلمون متظاهرين كاليد الواحدة" (۱۵)

(عالم کے لیے لازم ہے کہ وہ علم کے ذریعے لوگوں کی مدد کرے، غنی اپنی مال کے ذریعہ لوگوں سے تعاون کرے، بہادر اپنی شجاعت کے ذریعے اللہ کے رستے میں جہاد کرے (تاکہ امن امان قائم رہے) اسی طرح معاشرہ کے مختلف افراد ایک دوسرے سے تعاون کریں تاکہ قوت واحدہ کا مظاہرہ ہو سکے۔)

نیکی کے بارے میں قرآن پاک میں مزید ارشاد ہوتا ہے ۔

﴿ لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَـٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَـٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَـٰهَدُوا۟ ۖ وَٱلصَّـٰبِرِينَ فِى ٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَحِينَ ٱلْبَأْسِ ۗ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا۟ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُتَّقُونَ ﴾ (۱۶)

(نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور) غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) پر خرچ

کرے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوں۔)

اس آیت مبارکہ میں نیکی کا جو تصور دیا گیا ہے وہ زندگی کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے، عقائد اسلام، اعمال (قیام صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ) اور معاشرتی وظائف: رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلین کی معاشی کفالت نیز زندگی کے ہر قدم پر مذکورہ بالا دستور حیات پر استقامت کے ساتھ کاربند رہا جائے[۱۷]۔

تعاون کی فضا کو اسلام نے معاشرتی اور معاشی سطح پر قائم کرنے پر زور دیا ہے جس کی عملی مثالیں اسلامی تاریخ میں بکھری پڑی ہے۔ اسلام نے معاشرتی اور معاشی سطح پر امداد باہمی کے جو اصول اور ذرائع مقرر کیے ہیں ان کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے ذیل میں چیدہ چیدہ خصوصیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

(الف) اسلامی معاشرہ اور امداد باہمی کی اہمیت:

اسلامی معاشرہ میں تعاون اور باہمی بھائی چارہ کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور ایک دوسرے کے لیے سہارا بن جائیں اور مصیبت میں کام آئیں جیسا کہ بھائی آپس میں کرتے ہیں۔ انہی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے دنیا میں بھائی چارے، اخوت و ہمدردی اور باہمی تعاون کی خوش گوار فضا قائم ہو سکتی ہے۔

ا۔ اُخوت و مساوات کا درس:

اخوت سے مراد بھائی چارہ اور مساوات سے مراد برابری اور مساوی حقوق کی تقسیم ہے۔ اسلام نے تمام انسانوں کو ایک برادری قرار دیا اور انسان کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ مثلاً سورہ نساء کی شروع کی آیات میں واضح کر دیا گیا۔

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾[۱۸]

(لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی سے جوڑے مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحموں کے قطع کرنے سے بچو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگران ہے۔)

اور تمام انسانوں کو بھائی بھائی کے رشتے میں باندھ دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (۱۹)

(بے شک تمام مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔)

اسلام نے قومیت اور برادری اس بنیاد پر قائم کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والے ایک قوم اور نہ ماننے والے دوسری قوم ہے۔ یہی وہ بنیاد تھی جس نے ابو جہل اور ابو لہب کے خاندانی رشتوں کو حضور ﷺ سے توڑ دیا اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا رشتہ جوڑ دیا۔ تاریخ میں اُخوت کی بہترین مثال عہد رسالت ﷺ میں "مؤاخات مدینہ" کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضور ﷺ کے سیاسی عمل کا آغاز مہاجرین و انصار میں مؤاخات یعنی بھائی چارے کے رشتے کے قیام سے ہوا اور یوں ان کے مابین تکافل (ایک دوسرے کی کفالت کرنا) کے اصول کی تطبیق ہوئی تاکہ اس اجتماعی عدل کو عملی شکل دے دی جائے جس کا اسلام علمبردار ہے۔

قرآن پاک میں یہ آیت "مؤاخات مدینہ" کے رشتہ اُخوت کی وضاحت اس طرح کرتی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ ءَاوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (۲۰)

(جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ اپنے مال اور جان سے لڑے، وہ جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور اُن کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔)

مؤاخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے لیے قائم کیا گیا کہ بے خانماں مہاجرین کا چند روزہ انتظام ہو جائے لیکن در حقیقت یہ عظیم الشان اغراض اسلامی کی تکمیل کا سامان تھا (۲۱)۔

ڈاکٹر نور محمد غفاری نے "مؤاخاۃ" کو اسلام کے نظام تکافل اجتماعی کا عملی نمونہ قرار دیا ہے اور اس کی معاشی اور معاشرتی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے:

۱۔ مہاجرین کی معاشی کفالت کا سامان ہو گیا اور اس سے متعلقہ معاشی مسائل حل ہو گئے۔

۲۔ قلیل عرصہ میں مہاجرین کی بنیادی ضروریات زندگی کے اسباب اللہ کریم نے اس عقدِ مؤاخات کے ذریعے پیدا کر دیئے۔

۳۔ وقتی بے روزگاری کا علاج کر لیا گیا۔

۴۔ معاشی وسائل کا مناسب استعمال کر لیا گیا۔[۲۲]

حضور اکرم ﷺ نے مؤمنین کے اسی بھائی چارے کو ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہوئے باہمی معاشرتی تعاون اور امداد باہمی کی وضاحت یوں فرمائی۔

((تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى))[۲۳]

(تم مؤمنین کو آپس میں مہربانی، شفقت اور لطف و کرم میں ایسے دیکھو گے جیسے کوئی جسم کہ جب اس میں کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم (تکلیف میں مبتلا ہو کر) بے خوابی اور بخار کی سی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

((الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضَهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ))[۲۴]

(ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے ایسے ہے کہ جیسے ایک عمارت کہ جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں آپس میں گتھ لیں۔)

یہ ارشاد نبوی باہمی معاشرتی تعاون کی دلیل ہے۔

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[۲۵]

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔)

اسلام نے باہمی معاشرتی امداد باہمی کو سیاسی، باہمی دفاعی سطح پر باہمی تقریری تعاون، باہمی اخلاقی تعاون اور باہمی علمی تعاون کی سطح پر نافذ العمل بنانے پر زور دیا ہے۔

(ب) اسلامی معیشت اور امداد باہمی کی اہمیت:

امداد باہمی اجتماعی زندگی کا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ جو مذہب، سیاست و معاشرت اور اقتصاد غرضیکہ تمام شعبوں پر یکساں حاوی ہے۔ اسلام نے لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر کرنے پر بڑی توجہ دی ہے، ان کے مال ودولت کے ضائع ہونے اور فضول خرچ ہو جانے سے حفاظت فرمائی ہے اسی لیے فضول جگہوں پر مال استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا حکومت پر واجب ہے کہ وہ ارتکاز دولت کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کرے اور ان کے جمع شدہ اموال کو مناسب قیمت اور معقول منافع کے ساتھ پبلک میں تقسیم کر دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾[۲۶]

(اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔)

اسلام نے حقوق و فرائض کا جو نظام وضع کیا ہے اس کی رو سے ہر مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی دادرسی کرے مشکل میں اس کی مدد کرے اور اگر اس کے گھر میں کھانے کو نہ ہو تو اس کو کھانا دے۔ اس کی روشن مثالیں حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں موجود رہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے اشعری قبیلہ کے لیے ((فهم منى وأنا منهم)) (کہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں) کے الفاظ سے اظہار محبت فرمایا اس کی وجہ ان کے ہاں امداد باہمی کا عملی مظاہرہ تھا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ))[۲۷]

(جب دوران جنگ اشعریوں کا کھانا ختم ہو گیا یا مدینہ میں قیام کے دوران ان کے اہل و عیال کے لیے کھانا کم پڑ گیا تو انہوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا اسے ایک کپڑے میں جمع کیا، پھر ایک برتن سے برابر برابر آپس میں تقسیم کر دیا۔)

اشعریوں کی طرح آج بھی اگر امت مسلمہ اعتدال اور اسراف سے پرہیز کرتے ہوئے اپنے وسائل اور آمدنی کا درست استعمال کرے تو معاشرے سے غربت وافلاس کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

امداد باہمی کے طریقے:

اسلام نے امداد باہمی کی ترغیب کے ساتھ ساتھ امداد باہمی کے بعض طریقے بھی وضع کیے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ مضاربت:

امداد باہمی کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے یہ بہترین طریق تجارت ہے۔ مضاربت ایسے تجارتی معاملہ کا نام ہے جس میں ایک جانب راس المال (سرمایہ) ہوتا ہے اور دوسری جانب فقط محنت ہوتی ہے اور منافع مثلاً نصف یا کم بیش طے پایا جاتا ہے[۲۸]۔

مضاربت کا مادہ " ض۔ ر۔ ب (ضرب)" ہے بمعنی سفر کرنا علاوہ ازیں یہ "ضاربة في الأرض" سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین میں چلنے پھرنے یا سفر کرنے سے ہے۔ چونکہ اس میں ایک آدمی پیسہ دیتا ہے اور دوسرا آدمی اپنی محنت بھاگ ودوڑ سے مزید پیسہ پیدا کرتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے[۲۹]۔

قرآن پاک میں لفظ ضرب کئی جگہوں پر استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي ٱلْأَرْضِ﴾[۳۰]

(اور جب تم زمین میں سفر کرو۔)

۲۔ ﴿وَءَاخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي ٱلْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ ۙ﴾[۳۱]

(اور بعض دوسرے لوگ زمین میں سفر کریں گے تا کہ اللہ کا فضل تلاش کریں۔)

حدیث کی رو سے مضاربت کو " قراض" یا " مقارضة" بھی کہتے ہیں۔ مقارضہ کے معنی کاٹ دینا ہے۔ لہٰذا مضاربت میں سرمایہ دار اپنی آمدنی سے بچا بچا کر (کاٹ کاٹ) کر کچھ سرمایہ جمع کرتا ہے۔ اور اسے کاروبار میں لگاتا ہے اسی کی وضاحت سنن ابن ماجہ میں درج ہے۔ جس میں مضاربت کا لفظ مقارضہ کے معنوں میں آیا ہے، جس کو آپ ﷺ نے برکت قرار دیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ، الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ، وَالْمُقَارَضَةُ، وَخَلْطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ)) [۳۲]

(تین چیزوں میں برکت ہے مدت معین تک بیع کرنا اور ایک دوسرے کو باہم قرض دینا۔)

بہت سے ارباب دولت وہ ہیں جن کے پاس سرمایہ کافی ہوتا ہے لیکن تجارتی کاروبار سے قطعاً ناآشنا ہیں یا وہ جسمانی طور پر کمزور ہوتے ہیں کاروبار کی دوڑ دھوپ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور بہت سے نادار اور غریب ایسے ہیں جن کو تجارتی کاروبار کو دیانت کے ساتھ چلانے کا سلیقہ ہوتا ہے لیکن وہ سرمایہ سے محروم ہیں۔ لہٰذا دونوں کو جائز دولت کمانے اور خصوصاً سرمایہ سے محروم کو اپنی محنت کا پھل اٹھانے کے لیے حسنِ سلوک اور امداد باہمی کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"معاونتِ باہمی کی چند قسمیں ہیں ان میں سے ایک مضاربت ہے وہ یہ کہ مال ایک شخص کا ہو اور محنت دوسرے شخص کی ہو اور رضامندی کے ساتھ طرفین کی تصریح کے ساتھ نفع دونوں کے درمیان تقسیم ہو۔" [۳۳]

عقد مضاربت کے ذریعے انسانی مصالح کا تحفظ ہوتا ہے، ناداروں کی بھلائی میں مدد ملتی ہے۔ معاشرے سے بے روزگاری کا خاتمہ ممکن ہے۔ منفی، معاشرتی سرگرمیوں کا انسداد ہوتا ہے اور جماعتی زندگی میں نہ فاقہ کشی نظر آئے گی اور نہ قابل نفرت سرمایہ دار۔

۲۔ شرکتِ معاوضہ:

"معاوضہ" ایسے تجارتی کاروبار کا نام ہے جس میں کمپنی کے طور پر چند افراد اپنا رأس المال دے کر شریک بن جاتے ہیں اور نفع ونقصان میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے لیے وکیل وکفیل اور اس معاملہ کے تمام حالات میں ذمہ دار بھی رہتے ہیں [۳۴]۔ اس قسم کی شناخت یہ ہے کہ اس میں کاروباری اعتبار سے مکمل مساوات کا تصور ملتا ہے۔

۳۔ شرکتِ صنائع:

ایسی تجارت جس میں چند ہم پیشہ افراد شریک ہوں اور نفع ونقصان میں بھی شریک ہوں [۳۵]۔

علامہ کاسانی نے اس کے تین مزید نام بھی بتائے ہیں:

"تُسَمَّى شِركة الأبدان وَشِركة بالأعمال وشركة بالتَّقَبُّل " [٣٦]

(اسے شرکتِ ابدان، شرکت اعمال اور شرکت تقبل (یعنی کام قبول کرنا) بھی کہتے ہیں)۔

المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ الھدایۃ میں شرکت الصنائع کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"وتسمى شركة التقبل، كالخياطين والصباغين يشتركان على أن يتقبلا الأعمال ويكون الكسب بينهما"[٣٧]

(شرکت صنائع کو شرکت تقبل بھی کہتے ہیں جیسے دو درزیوں یا دو رنگ ریزوں نے اس شرط پر باہم شرکت کی کہ لوگوں کے کام قبول کریں اور کمائی دونوں میں مشترک ہو)۔

۴۔ شرکت وجوہ :

"شرکت وجوہ" اس تجارت کا نام ہے کہ بغیر " مال " کے چند افراد کے درمیان مساوی عمل و محنت اور کسب واکتساب شرکت پر ہو جاتی ہے اور خرید و فروخت اور نفع نقصان میں بھی برابر شرکت رہتی ہے[٣٨]۔

شرکت وجوہ میں مشترکین کا مال نہیں ہوتا بلکہ مال منڈی سے ادھار خریدا جاتا ہے اور فروخت کرکے حاصل شدہ نفع آپس میں مساوی تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ نقصان کی حالت میں بھی یہی صورت ہوتی ہے[٣٩]۔

شرکت کے ذریعے " امداد باہمی " کو تقویت ملتی ہے۔ جس کا اثر مذہب، سیاست، معاشرت، اقتصاد اور زندگی کے دیگر شعبہ جات پر پڑتا ہے اور اس طرح معیشت میں مثبت رجحانات سامنے آتے ہیں۔ مندرجہ بالا طریقوں کا تعلق کاروبار کی سطح سے ہے جو ایک دوسرے کے درمیان باہمی معاونت کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام نے امداد باہمی پر زور دیتے ہوئے افراد معاشرہ کے آپس میں خود غرضی جیسے عوامل کے خاتمہ کے لیے اور ایک خوشگوار معاشرہ کے قیام کے لیے مختلف طرح کے اقدامات فرمائے ہیں۔

افراد معاشرہ اور امداد باہمی :

ا۔ اپنے حق سے کم پر اکتفا کرنا:

اسلام نے ہر شخص کے حقوق کے اصول متعین کیے ہیں۔ مثلاً ہر شخص عدل وانصاف کے ساتھ پیش آئے اور لین دین کے معاملے میں کسی پر زیادتی نہ کرے بلکہ خریدار کو اچھی چیز بیچے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَزِنُوا۟ بِٱلْقِسْطَاسِ ٱلْمُسْتَقِيمِ﴾ [۴۰]

(ترازو کی ڈنڈھی سیدھی رکھ کر تولا کرو۔)

اسی کی وضاحت کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً)) [۴۱]

(بہتر آدمی وہ ہے جو ادائیگی کے لحاظ سے بہتر ہو۔)

لیتے وقت اپنے حق سے کچھ کم پر قناعت کرنا اور دیتے وقت کچھ زیادہ دینا دراصل ایثار کا پہلا درجہ ہے اور اس امر کے ذریعے بھی امداد باہمی کو فروغ ملتا ہے اور معاشرہ میں باہمی زیادتی کے عنصر کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۲۔ ایثار:

یہ باہمی ہمدردی کا سب سے بلند درجہ ہے جس کے معنی یہ ہے کہ انسان اپنی حاجت وضرورت کو پس پشت ڈال کر اپنے بھائی کی وہی یا ویسی ضرورت پوری کر دے [۴۲]۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے۔

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [۴۳]

(وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود فاقہ سے ہوں اور جو شخص اپنے نفس کے لالچ اور بخل سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔)

شحیح دراصل ایسے انسان کو کہتے ہیں جو مال و دولت سمیٹنے پر تو بہت حریص ہو مگر انفاق فی سبیل اللہ یا دوسری جائز ضروریات پر خرچ کرنے کے سلسلے میں بخیل ہو اور اس کے اندر سے امداد باہمی کا عنصر بالکل ختم ہو چکا ہو۔

۳۔ قرض حسن:

امداد باہمی کے لیے قرآن کریم نے قرض حسن کی حسین اصطلاح استعمال کی ہے۔" انفاق فی سبیل اللہ" اور تعاون باہمی کے وسائل میں سے ایک مفید اور کار آمد وسیلہ " قرض حسنہ " ہے یہ حاجت مند کی وقتی حاجت روائی کا بہترین ذریعہ اور غریب و نادار انسان کے تجارتی زراعتی یا صنعتی کاروبار کے لیے بھی مؤثر وسیلہ ہے۔ قرض حسن کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ مَّن ذَا ٱلَّذِی یُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضَـٰعِفَهُۥ لَهُۥ وَلَهُۥۤ أَجۡرࣱ كَرِیمࣱ ﴾ (۴۴)

(کون ہے جو خدا کو نیک (نیت اور خلوص سے) قرض دے تو وہ اس کو اس سے دگنا عطا کرے اور اس کے لئے عزت کا صلہ (یعنی جنت) ہے۔)

قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں " قرض حسن" مال میں بہترین چیز کو دینے (۴۵)، شدید ضرورت مند اور محتاج افراد کو دینے (۴۶)، اپنے آپ کو مال کا مالک نہ سمجھنے بلکہ عمل تقسیم میں خالق اور محتاج کے درمیان واسطہ سمجھنے کا درس دیا گیا ہے (۴۷)۔

۴۔ ادھار چیز دینا / وقتی یا ہنگامی معاونت و امداد:

اسلام نے امداد باہمی کا جو تصور دیا ہے اس کی روشنی میں انسانوں کے روز مرہ استعمال کی چیزوں کو بوقت ضرورت کسی کو دینا بھی امداد باہمی کے زمرے میں آتا ہے۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے لیے تباہی کی وعید دی گئی ہے جو عاریتاً چیزیں نہیں دیتے۔

﴿فَوَیۡلࣱ لِّلۡمُصَلِّینَ ۝ ٱلَّذِینَ هُمۡ عَن صَلَاتِهِمۡ سَاهُونَ ۝ ٱلَّذِینَ هُمۡ یُرَاۤءُونَ ۝ وَیَمۡنَعُونَ ٱلۡمَاعُونَ ﴾ (۴۸)

(پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیز لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔)

ماعون: ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ ماعون چھوٹی اور قلیل چیز کو کہتے ہیں جس میں لوگوں کے لیے کوئی منفعت یا فائدہ ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے زکوٰۃ بھی ماعون ہے، اور عام ضرورت کی اشیاء بھی ماعون ہیں [۴۹]۔

ابن العربی، لفظ ماعون کے لغوی مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" هوالإمداد بالقوة والآلات والأسباب الميسرة للأمر " [۵۰]

(یعنی ماعون کسی کام کے لیے قوت، آلات اور میسر اسباب سے امداد ہے۔)

امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاریت نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور مستحب ہے اس لئے کہ اس میں مضطر کی حاجت روائی اور نادار کی اعانت وامداد کا فعل پوشیدہ ہے [۵۱]۔

اسلام نے کسی سے ادھار چیز مانگنے کو ذلت قرار نہیں دیا، کیونکہ غریب اور امیر سب کو کسی نہ کسی وقت عاریت کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اور عام استعمال والی اشیاء کو دینے سے بخل برتنا اخلاقاً ایک رذیل حرکت ہے۔

غرض کہ اسلام نے امداد باہمی و تعاون کا جو نظام وضع کیا ہے، ہر دور میں اور ہر قسم کے حالات میں نافذ العمل بنانا ممکن وآسان ہے لہٰذا اسلامی تعلیمات اور اصول وضوابط کی روشنی میں معاشرے میں معاونت (امداد باہمی) کے اس اصول کو اس طرح رائج کیا جائے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخصیت کے لیے معاشی تنگی کا باعث نہ بننے پائے اور ہر شخص خوش حال زندگی بسر کر سکے۔ ایسے معاشی اداروں کو جڑ سے ختم کرنے کی ضرورت ہے جن میں دولت کی پیدائش بغیر محنت کے ہو، جن عوامل کے ذریعے دولت کو ذخیرہ کیا جاتا ہے معاشی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی روزی خود کمائے اور کوئی نہ کوئی کام کرے۔

حواشی وحوالہ جات

۱) شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص: ۸۳ ،مولوی سعید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ ،ص:۱/ ۲۲۵، سرہندی، وارث، قاموس مترادفات، ص:۱۵۰

۲) زاہد حسین اعوان، تکافل ایک تعارف، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء، ص: ۱۳۷/ ۱۷

۳) لوئیس معلوف، المنجد، خزینۃ علم وادب لاہور، س ن، ص:۶۱۷

۴) باقر سید محمد الصدر، اقتصادنا، مترجم، سید سجاد رضوی، امامیہ پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۰۹ھ، ص:۱/ ۲۰۵

۵) جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو ڈکشنری، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۴، ص:۱۲۸۹

۶) أیضاً، ص:۴۵۶

۷) سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الأوسط، ریاض، کلیۃ المعارف ۱۹۸۸ء، ص: ۶/ ۵۸، حدیث نمبر: ۵۷۸۷

۸) سورۃ المائدۃ :۲

۹) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اقتصادیات اسلام، منہاج القرآن پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص:۴۷۶

۱۰) وارث سرہند، قاموس مترادفات، ص:۴۰۱

۱۱) عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتاب العربی بیروت، ۲۰۰۴ء، ص:۵/ ۴۵

۱۲) أحمد بن مصطفی المراغی، تفسیر المراغی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی وأولادہ بمصر، ص:۶/ ۴۵

۱۳) محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، سروسز بک کلب، ۲۰۰۲، ص:۳/ ۳۳

۱۴) الجامع لأحکام القرآن، ص:۵/ ۴۵

۱۵) أیضاً، ص:۵/ ۴۵،۴۶

۱۶) سورۃ البقرۃ:۱۷۷

۱۷) ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اقتصادیات اسلام، ص:۴۸۰

۱۸) سورۃ النساء:۱

۱۹) سورۃ الحجرات:۱۰

۲۰) سورۃ الانفال:۷۲

۲۱) شبلی نعمانی، مولانا، سیرۃ النبی سروسز بک کلب، ۱۹۸۵ء، ص:۱/ ۲۷۱

۲۲) نور محمد غفاری، ڈاکٹر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی، لاہور مرکز، تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۹۹ء، ص:۱۷۱، صدیقی، نجات اللہ، مسلمان اور معاشی عوامل، ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور مارچ ۲۰۰۲، شمارہ نمبر ۳، ص:۱۲۹/۴۳

۲۳) مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم، حدیث نمبر:۲۵۸۵

۲۴) بخاری، الجامع الصحیح، ابواب المساجد، باب تشبیک الأصابع فی المسجد، حدیث نمبر:۴۶۷

۲۵) امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من خصال الإیمان أن یحب لأخیہ ما یحب لنفسہ من الخیر، حدیث نمبر:۴۵

۲۶) سورۃ النساء:۵

۲۷) امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروض، حدیث:۲۳۵۴

۲۸) حفظ الرحمن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۴ء، ص:۳۱۰

۲۹) علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی، شرح البدایۃ، کتاب المضاربۃ، فیصل آباد ملک سنز کارخانہ بازار، س ن، ص:۳/ ۵۲۳

۳۰) سورۃ النساء:۱۰۱

۳۱) سورۃ المزمل:۲۰؛ سورۃ الجمعہ:۱۰

۳۲) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الشرکۃ والمضاربۃ، حدیث:۲۲۸۹

۳۳) شاہ ولی اللہ دھلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، مترجم، خلیل احمد مولانا، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن، ص:۸۹

۳۴) حفظ الرحمن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ص:۳۱۱

۳۵) ایضا، ص:۳۱۱

۳۶) علاؤالدین بن ابو بکر کاسانی، بدائع الصنائع، بیروت، لبنان، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، ص:۶/ ۵۶

۳۷) برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، مصر شوکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی، س ن، ص:۳/ ۷

۳۸) اسلام کا اقتصادی نظام، ص:۳۱۱

۳۹) الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، ص:۳/ ۱۱

۴۰) سورۃ بنی اسرائیل:۳۵

۴۱) بخاری، کتاب الوکالۃ وباب وکالۃ الشاھد والغائب جائزۃ، حدیث:۲۳۰۵

۴۲) مولانا عبد الرحمن کیلانی، احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، مکتبۃ السلام لاہور، ۲۰۰۶ء، ص:۳۴۳

۴۳) سورۃ الحشر:۹

۴۴) سورۃ الحدید:۱۱

۴۵) ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّآ أَخۡرَجۡنَا لَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِۖ وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلۡخَبِيثَ مِنۡهُ تُنفِقُونَ وَلَسۡتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغۡمِضُواْ فِيهِۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴾ سورۃ البقرۃ:۲۶۷

۴۶) ﴿ لِلۡفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحۡصِرُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسۡتَطِيعُونَ ضَرۡبٗا فِي ٱلۡأَرۡضِ يَحۡسَبُهُمُ ٱلۡجَاهِلُ أَغۡنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعۡرِفُهُم بِسِيمَٰهُمۡ لَا يَسۡـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلۡحَافٗاۗ وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴾ سورۃ البقرۃ:۲۷۳

۴۷) ﴿ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَأَنفِقُواْ مِمَّا جَعَلَكُم مُّسۡتَخۡلَفِينَ فِيهِۖ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَأَنفَقُواْ لَهُمۡ أَجۡرٞ كَبِيرٞ ﴾ سورۃ الحدید: ۷

۴۸) سورۃ الماعون:۴-۷

۴۹) سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، سروسز بک کلب، ۱۹۹۳ء، ص:۶/۴۸۶

۵۰) ابن العربی، احکام القرآن، دار الکتاب العربی، بیروت، س ن، ص:۴/۲۴۳

۵۱) اسلام کا اقتصادی نظام، ص:۳۸۱

****